مغربی تہذیب کا کھوکھلا پن اور اسلامی تعلیمات کی جامعیت

(غیروں اور اپنوں کی نظر میں)

حافظ محمد سلیمان ایم اے، سمن آباد، فیصل آباد

تمہیدی کلمات:- ایک فارسی شاعر نے کہا ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

(مفہوم یہ ہے کہ مزہ جب آتا ہے کہ بات تو ہو ہمارے پیاروں کی مگر کرنے والا کوئی اور ہو)

اس دفعہ بات ہمارے پیارے دین اسلام کی ہے اور کرنے والے ہیں برطانیہ کے ولی عہد شہزادہ چارلس، انہوں نے ستمبر ۱۹۹۳ء میں آکسفورڈ کے مرکز برائے مطالعات میں "اسلام اور مغرب" کے موضوع پر ایک تقریر کی۔ مخدومی جناب مولانا مجاہد الحسینی صاحب قابل صد مبارک باد ہیں کہ انہوں نے یہ تقریر اپنے مؤقر رسالہ صوت الاسلام (بابت ماہ دسمبر ۱۹۹۴ء) میں شائع کی اور اس طرح مسلم امہ کے ارباب بصیرت کے غور و فکر کے لئے گویا ایک نیا دریچہ وا کر دیا ہے جو منظر سامنے آیا ہے اس میں دو چیزیں بڑے روشن واضح اور بھرپور انداز میں نمایاں ہوئی ہیں انہی کو ان معروضات کا زیب عنوان کیا گیا ہے۔

مغرب کا تہذیبی منظر نامہ:- مناسب ہوگا کہ مغربی معاشرہ کی اس صورت حال کی قدرے وضاحت کر دی جائے جس کے تہذیبی سیاق و سباق میں مذکورہ تقریر کی گئی۔ شروع شروع میں تو کارپردازان تہذیب مغرب یہ سمجھتے رہے کہ دور جدید میں لیلائے تہذیب و ترقی کو راضی کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ مذہب کو ایک قصہ ماضی اور بالخصوص اسلام کو معاذ اللہ دور وحشت کی

ایک فرسودہ اور ازکار رفتہ روایت سمجھا جائے۔ لیکن ہوا یہ کہ خدا ناشناس اور غیر انسانی تہذیب حیوانی کے آدمیت سوز شعلوں نے ان کے گھروں کو ویران کر دیا۔ خاندانی نظام کو برباد کر دیا۔ معاشرے کو انتشار اور لاتعلقی کے حوالے کر دیا۔ افراد کو تنہائی، اجنبیت اور شناخت کے بحران میں مبتلا کر دیا انسانی رشتوں کے تقدس کو ختم کر دیا۔ بوڑھوں کو گھروں سے نکال باہر کرکے محتاج گھروں کے سپرد کر دیا نئی نسل کو منشیات، جرائم، تشدد، ایڈز اور جنسی بے راہ روی کے عذابوں میں گرفتار کر دیا اور نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ اب وہ وقت زیادہ دور نہیں جب مغرب کی آبادی کی اکثریت بن بیاہی ماؤں کی اولاد ہوگی۔ صرف یہی نہیں ہم جنسی کو قانونی تحفظ دے دیا گیا ہے اور ایسے ننگ انسانیت افراد کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کو بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی سمجھا جانے لگا ہے۔ (اور ابھی کچھ عرصہ پہلے تو بی بی سی لندن کے ایسے ملازمین کو اپنے کسی ہم جنس کے ساتھ "شادی" کرلیں۔ ہنی مون منانے کے لئے مروجہ مراعات کا اہل قرار دے دیا گیا ہے) ان سب باتوں کا نتیجہ ایک معاشرتی افراتفری اور انارکی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور مغربی تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرنے کا منظر پیش کر رہی ہے۔

جو کچھ اوپر عرض کیا گیا ہے اس کی حیثیت بظاہر صرف ایک فرد جرم کی ہے مگر یہ محض الزامات نہیں ہیں اور جب ملزم حقائق کا سامنا کرتا ہے تو اگرچہ "ایک رنگ آتا ہے، ایک رنگ جاتا ہے" لیکن بہرحال ملزم کو مجرم ثابت کرنے کے لئے لازم ہوتا ہے کہ شہادتیں پیش کی جائیں جو کہ پیش خدمت ہیں۔

○ــــ سب سے پہلا شاہد عادل ہمارا قومی ہیرو عمران خان ہے جس نے زندگی اور جوانی کا بڑا حصہ مغرب میں گزارا ہے اس طرح سے وہ ایک عینی اور موقعے کا گواہ ہے اس کا کہنا ہے "آپ یقین کریں اب ان (مغربی) لوگوں کا ڈاؤن فال (زوال) ہو رہا ہے۔ ننگا پن ان کی ترقی نہیں ہے ان لوگوں کے فیملی سسٹم ٹوٹ چکے ہیں، وہاں پر فی صد طلاقوں کی ریشو (شرح) بڑھ رہی ہے بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا یوتھ (نوجوان) یہ تصور کئے بیٹھا ہے کہ شاید اس ننگے پن میں ترقی ہے اس سوچ کو بدلنا ہوگا"

○— مغرب کے نامور عالم اور محقق پروفیسر سارو کن کہتے ہیں "مغرب کا چھ صد سالہ سائنسی دن اب ختم ہونے کے قریب ہے یہ تہذیب جو آزادی اور وقار انسانیت کے نام پر اٹھی تھی مادیت کی دلدل میں پڑ کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھی ہے اور اب ان کی مردہ لاش تعفن پھیلا رہی ہے اسے جس قدر جلد دفن کر دیا جائے بہتر ہے"۔

○— ایک تو ہوتی ہے جگ بیتی اور ایک ہوتی ہے آپ بیتی' شاعر کہتا ہے۔

لطف ہے کون سی کہانی میں
آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی

اب جو تحریر آپ پڑھیں گے وہ گویا آپ بیتی ہے اور بیان کرنے والی ہیں۔ نومسلمہ سر امینہ ایک امریکی خاتون جو ۱۹۷۷ء میں اسلام قبول کرنے سے پہلے امریکہ کے سنڈے سکولوں میں عیسائیت کی تعلیم دیا کرتی تھیں آپ فرماتی ہیں۔

"آج یورپ میں عورت سے زیادہ مظلوم کوئی نہیں' وہ فحاشی اور عدم تحفظ کے گہرے گڑھے میں گر گئی ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا' وہ بھی کھو دیا ہے۔ آج عالم یہ ہے کہ گھر کو قید خانہ سمجھ کر دفتروں کی زندگی اپنانے کے نتیجے میں اسے صبح ہی صبح تیزی کے ساتھ گاڑیوں کا تعاقب کرنا پڑتا ہے اور ٹریفک کے بے پناہ رش میں دو دو گھنٹے کی بھاگ دوڑ کے بعد اپنے دفتر میں پہنچتی ہے۔ وہاں دن بھر نوکرانی کی طرح کام بھی کرتی ہے اور اپنے باس (Boss) کے اشارہ ابرو پر ہر طرح کا ناگوار کام بھی کرتی ہے۔ شام کو دوبارہ ٹریفک کے سیلاب کا مقابلہ کرکے گھر آتی ہے تو تھکاوٹ سے اس قدر نڈھال اور زندگی سے اتنی بیزار ہوتی ہے کہ اپنے ننھے پیارے بچے کی بات کا جواب تک نہیں دے سکتی۔ امریکی خواتین کے بچے ڈے کیئر سنٹروں میں پلتے ہیں جہاں وہ عدم توجہ کا شکار رہتے اور نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ وہاں انہیں سادھو ازم اور جادوگری کا زہر پلایا جاتا ہے ان پر مجرمانہ حملے ہوتے ہیں اور والدین کی شفقت اور خاندانی زندگی سے محروم ہو کر وہ بچپن ہی میں منشیات کے عادی ہو جاتے ہیں چنانچہ بے شمار بچے نو دس سال کی عمر میں خودکشی تک کر لیتے ہیں اور پبلک سکولوں میں فیل ہونے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ایڈز اور ہم

جنسی عام ہے اور امریکہ کی بعض ریاستوں میں تو ہم جنسی کو قانونی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ بڑھاپے میں والدین شدید کسمپرسی کی زندگی گزارتے ہیں اور جونہی ایک خاتون کی عمر ۳۵ سال سے تجاوز کرتی ہے اسے اس طرح نظرانداز کیا جاتا ہے کہ وہ زندہ درگور ہو کر نفسیاتی مریض بن جاتی ہے۔ چنانچہ امریکہ میں ذہنی امراض کے ہسپتال مریضوں سے بھرے ہوئے ہیں غرض وہاں نہ عورتوں کو سکون حاصل ہے نہ بچوں کو' نہ بوڑھوں کو' پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ پاکستانی خواتین اور مرد حضرات اس معاشرے کو آئیڈیل کیوں سمجھتے ہیں اور وہی اطوار کیوں اختیار کر رہے ہیں جنہوں نے امریکی اور یورپی سماج کو تباہ و برباد کر دیا ہے"

(دنیا کے ۸۵ نامور نو مسلموں کی سرگزشت ہم کیوں مسلمان ہوئے مئولف ڈاکٹر عبدالغنی فاروق' صفحہ ۵۴۔ ۵۵)

اقتباس آپ نے ملاحظہ فرمایا قابل غور بات یہ ہے کہ ایک مغربی خاتون یہ فرما رہی ہیں کہ آپ یورپ میں عورت سے زیادہ مظلوم کوئی نہیں۔ یہ بات ان لوگوں کے لئے سرمۂ چشم بصیرت ہونا چاہئے جو اپنی جہالت کی بناء پر مکروہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ "اسلامی معاشرہ میں عورت آدھی ہے" حقوق نسواں اور آزادی خواتین کا چیمپئن اگر کوئی ہے تو مغرب ہے اور اس لئے ہماری معزز خواتین کو آنکھیں بند کر کے فحاشی و عریانی اور بے حیائی کے اس اندھے' متعفن اور بدبودار کنویں میں گر جانا چاہئے۔ جہاں ان کی مغربی بہنیں سسک رہی ہیں کراہ رہی ہیں اور ان لوگوں کی جان کو رو رہی ہیں جو اس جہنمی طرز زندگی کو برپا کرنے کے ذمہ دار ہیں"

اسلامی تعلیمات کی جامعیت اور ہمہ گیری:۔ ہم نے قدرے تفصیل کے ساتھ مغرب کا تہذیبی منظرنامہ پیش کیا ہے تاکہ اصل اور سنگین حقائق سامنے لائے جاسکیں اور اس سیاق و سباق کا بخوبی علم ہو سکے۔ جس میں شہزادہ چارلس کی مذکورہ تقریر کو دیکھنا اس کی بہتر تفہیم کے لئے ضروری ہو گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر مچھلی پتھر چاٹ کر واپس آ رہی ہے انسانیت نے بد نصیبی کے اتنے دھکے کھائے ہیں اور نااہلوں کے ہاتھوں وہ اتنی زیادہ بیمار ہوئی ہے کہ اب وہ

اسلامی تعلیمات کی "آغوش مادر" میں آنے کے لئے بے قرار رہے۔ پیر رومی نے شاید کسی ایسی ہی صورت حال کی پیش بینی کر کے فرمایا تھا۔

دست ہر نااہل بیمارت کند
سوئے مادر آکہ تیمارت کند

تہذیب مغرب کی اصل بیماری کی بالکل صحیح تشخیص کرتے ہوئے شہزادہ چارلس اپنی تقریر میں فرماتے ہیں۔

"مغرب کی ساری ترقی یک رخی ہے...... ہم زندگی کے مادی اور روحانی پہلوؤں میں جو توازن کھو چکے ہیں وہ ہمیں دوبارہ حاصل کرنا ہے یہ نہ ہوا تو ہم تباہی تک پہنچ جائیں گے"

یہاں پر یہ ذکر کرنا بالکل برمحل ہوگا کہ بیسویں صدری کے عظیم ترین مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے بھی مغرب کی ناکامی کی اصل وجہ یہی قرار دی ہے کہ وہ زندگی کی روحانی صداقتوں کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہوسکا آپ فرماتے ہیں۔

"آدمی روٹی کھاتا ہے وہ ایک معاشرتی حیوان ہے لیکن وہ اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہے اس کے اندر ایک قوت ارادی ہے، ضمیر ہے اور خود آگاہی کا ادراک ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ روحانی صداقتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر رہے۔ یہی اصل مرکز ہے سائنس اور دوسرے معاشرتی نصب العین یہاں ناکام ہوجاتے ہیں اعلیٰ مذاہب ہی روح کے حقیقی مسئلے کو تسلیم کرتے اور انسان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ سائنس یہاں ناکام رہتی ہے سائنس کی اس ناکامی میں مغرب کی ناکامی پوشیدہ ہے"
(جمیل جالبی کی کتاب تنقید اور تجربہ صفحہ ۳۵)

اہل نظر سے مخفی نہیں کہ زندگی میں انسانی سطح پر اصل مسئلہ سازھستی کی ہم آہنگی کا ہے۔ بیسویں صدی کا عظیم ترین سائنس دان آئن سٹائن اس ہم آہنگی کی دوگونہ نوعیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے "اندرونی ہم آہنگی اور معاشرتی توافق" کا نام دیتا ہے شہزادہ چارلس اس کو "زندگی کے مادی اور روحانی پہلوؤں میں توازن" کہتے ہیں۔ فاضل مؤرخ

ٹائن بی بالکل صحیح فرماتے ہیں کہ تمام اعلیٰ مذاہب روح کے حقیقی مسئلے کو تسلیم کرتے اور انسان کی رہنمائی کرتے ہیں مگر بدقسمتی سے اسلام کے علاوہ باقی اعلیٰ مذاہب کی یہ رہنمائی تہذیب مغربی ہی کی طرح، اگرچہ اس کے بالکل مخالف سمت، یک رخی ہے، ہمیں خوشی ہے کہ شہزادہ چارلس کو اس حقیقت کا بڑا واضح شعور ہے کہ اس سلسلہ میں مکمل رہنمائی صرف اس دین کے پاس ہے جس کے متعلق "الیوم اکملت لکم دینکم" (آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا، المائدہ آیت نمبر ۳) فرمایا گیا اور جسے دین قیم کہا گیا کہ یہی وہ دین ہے جو فطرۃ اللہ التی فطرالناس علیھا" (اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے انسانوں کی تخلیق کی الروم آیت نمبر ۳۰) کے عین مطابق ہے چنانچہ شہزادہ موصوف فرماتے ہیں "اس دنیا میں مل جل کر رہنے کے لئے اسلام کے دامن میں وہ کچھ ہے جو اب عیسائیت کے پاس نہیں ہے اسلام کا کائنات اور انسان کا تصور ایک جامع اور ہمہ گیر تصور ہے جو زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے اسلام میں پوری زندگی کی ایک اکائی ہے"

اسلام کس طرح زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے اس کی نہایت خوبصورت عکاسی جناب علی عزت بیگووچ صدر جمہوریہ بوسنیا و ہرزیگوینا اپنی فاضلانہ تصنیف "اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش مترجم جناب محمد ایوب منیر" میں اسلام کی بنیادی عبادت نماز کے حوالے سے یوں کرتے ہیں۔

(i)۔۔۔ جس طرح انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے اسی طرح اسلام مذہب اور معاشرت کا مجموعہ ہے نماز ادا کرتے ہوئے روح اور جسم ایک جان ہو جاتے ہیں اسی طرح معاشرتی نظام میں مذہب اور اخلاق ایک جان ہو سکتے ہیں نظام معاشرت اور مذہب کے درمیان پائی جانے والی ہم آہنگی سے نہ عیسائیت آگاہ ہے نہ ہی مادہ پرستی آگاہ ہے۔ جبکہ اسلام کا اولین خاصہ ہی یہ ہے کہ اس نے دین اور دنیا کو یکجا کر دیا ہے (صفحہ ۲۷، ۲۸)

(ii)۔۔۔ نماز اسلام کے نظام کی بنیاد ہے اس کا محور و مرکز ہے اور اس کی شناخت ہے نماز میں دو ایسے اصول یکجا ہوتے ہیں جن کا اجتماع نہ مسیحیت میں ممکن ہے نہ مسیحیت کبھی اس کے

بارے میں سوچ سکتی ہے یہ دو اصول وضو اور نماز کا عمل ہے۔ وضو جسمانی و ظاہری پاکیزگی عطا کرتا ہے جبکہ نماز روحانی پاکیزگی اور بالیدگی عطا کرتی ہے اور ظاہری پاکیزگی کے یہ دو اصول اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں (صفحہ ۲۸)

(iii)۔۔۔ اسلام دنیا کو کس طرز پر چلانا چاہتا ہے یہ عمل صلوٰۃ سے واضح ہوتا ہے۔ صلوٰۃ کے ذریعے دو حقیقتیں واضح ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ بنیادی انسانی مقاصد دو ہیں دوم یہ کہ یہ مقاصد منطقی طور پر جدا جدا ہونے کے باوجود انسانی زندگی میں یکجا کئے جاسکتے ہیں کیونکہ ظاہری صفائی حاصل کئے بغیر صلوٰۃ ادا نہیں کی جاسکتی اور روحانی مدارج ظاہری اعمال اور سماجی کوششوں کے بغیر طے نہیں کئے جاسکتے۔ جس چیز کو ہم "دوگانہ وحدت" قرار دیتے رہے ہیں اس کا جامع ترین اظہار صلوٰۃ ہے۔ صلوٰۃ اس حقیقت کو ٹھوس شکل دیتی ہے۔ وضو اور اس میں جو اعمال شامل ہوتے ہیں وہ نماز کے منطقی پہلو کی وضاحت کرتے ہیں یہ اعمال صلوٰۃ کو ایک عبادت ہی نہیں بلکہ ایک منظم فعل اور حفظان صحت ایک اصول بنا دیتے ہیں۔ صلوٰۃ صرف روحانی عمل ہی نہیں بلکہ ایک متحرک فعل بھی ہے۔ سردی کے موسم میں علی الصبح ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا اور صلوٰۃ کے لئے صفیں ترتیب دینا فوجی تربیت محسوس ہوتا ہے۔ جنگ قادسیہ سے قبل ایک ایرانی سپاہی نے مسلم مجاہدین کی صلوٰۃ کے لئے صف بندی دیکھی تو اس نے اپنے افسر سے جاکر کہا "مسلمانوں کی فوج کو جاکر دیکھو وہ کس شاندار انداز میں فوجی مشقیں کرتے ہیں" (صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶)

حرف آخر۔۔۔ مسلم امہ کی خصوصی ذمہ داری:۔ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران (آیت نمبر ۱۱۰) میں مسلم امہ سے خطاب کرکے فرمایا گیا "كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله" تم (عالم انسانیت میں سب سے) اچھی امت ہو، جسے اس لئے برپا کیا گیا کہ تم لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو۔ (مگر اس سے پہلے خود بھی) اللہ پر ایمان لاؤ"

قرآن نے اپنے قطعی اور دو ٹوک انداز میں امت مسلمہ کی خصوصی ذمہ داری کا تعین

فرما دیا ہے۔ اور یہ اس بات کا ببانگ دہل اعلان ہے کہ قیامت تک عالمی قیادت کی حقیقی اہل صرف اور صرف یہی امہ ہے اور اب ابدالاباد تک

؎ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

اور ایسا اس لئے ہے کہ اب انسانیت کی بیماریوں کے لئے نسخہ شفا کی حامل یہی امت ہے مگر وہ جو کہا گیا ہے۔

؎ مرحبا اے مرگ، عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

بد قسمتی یہ ہوئی کہ عالم انسانی کا وہ گروہ جس کے پاس زخمی روحوں کے لئے تسکین بخش مرہم تھی اس کا اپنا پیکر زخم زخم ہے اور حال یہ ہے کہ

؎ تن ہمہ داغ، داغ شد، پنبہ کجا، کجا نہم

ہماری پہلی کوتاہی تو یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر ہمارا اپنا کردار اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے چیکوسلاویکیا کی نومسلمہ خاتون محترمہ فاطمہ نے بالکل بجا طور پر فرمایا ہے کہ (بالخصوص مغرب میں) "فروغ اسلام کے راستے میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے" (بحوالہ کتاب ہم مسلمان کیوں ہوئے صفحہ ۳۸۷)

ظاہر ہے ہماری اس نالائقی پر سب سے زیادہ خوشی انسانیت کے ازلی دشمن ابلیس کو ہوتی ہے اور وہ (بقول اقبال) اپنی مجلس شوریٰ میں بڑی تسلی، بڑے اطمینان اور بڑی سرشاری سے کہتا ہے۔

جانتا ہوں یہ امت حامل قرآں نہیں — ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں — بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں

ہماری دوسری کوتاہی یہ ہے کہ ہمیں تو بطور عالم انسانی کی قیادت کی تاریخ کی گاڑی کا متحرک انجن ہونا چاہئے تھا ایسا ہونا چاہئے تھا کہ ہم آگے آگے چلتے اور زمانہ ہمارے قدموں پر قدم رکھ کر چلتا لیکن ہم تو اصول حرکت کو بالکل ہی نظرانداز کر بیٹھے اور کم وبیش گزشتہ پانچ صدیوں سے ایسا لگتا ہے کہ مسلم امہ الا ماشاء اللہ، علمی دریافتوں کے حوالے سے اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے حوالے سے بالکل بانجھ ہو کر رہ گئی ہے۔ ٹیکنیکل پسماندگی اور علمی

جمود ہماری شناخت ہے اصحاب کہف کی طرح، علمی اور تکنیکی حوالوں سے ہمارے ہاتھوں میں ایسے سکے ہیں جو دنیا کے بازار میں اب نہیں چلتے۔ جمود اور پسماندگی کی اس صورتحال کو فلسطینی شاعر سمیع القاسم (ترجمہ امجد اسلام امجد) نے "نامرادی" کے عنوان سے کچھ یوں بیان کیا ہے۔

"اور جب میں زمانے کی دکان پر اپنے گھر کے لئے روشنی مول لینے کی خاطر گیا۔ تو میرے حال پر تیرگی ہنس پڑی۔ میرے ہاتھوں میں سکوں کا انبار تھا، پر دکان جہاں کی کرنسی نہ تھی"۔

نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے عالم اسلام سیاسی غلامی میں گرفتار ہوا، نجات ملی تو معاشی غلامی میں مبتلا ہوا (اور اب تک ہے) لیکن ان دونوں غلامیوں سے زیادہ خطرناک ثقافتی غلامی ہے جس کے مہیب سائے ہماری نسل پر پڑنے شروع ہوگئے ہیں یہ سائے دن بدن زیادہ گہرے ہوتے جارہے ہیں جیسے جیسے ذہن پر صنعت کا دھاوا، ڈش انٹینا وغیرہ کی شکل میں شدید تر ہوتا جائے گا۔ ثقافتی ارتداد کا عفریت اسلامی ملکوں کی نسل نو کو زیادہ سرعت کے ساتھ ہڑپ کرے گا۔ ثقافتی اقدار کی شکست وریخت کے کربناک عمل سے وہ لوگ بخوبی واقف ہیں جو ترک وطن کر کے مغربی ممالک میں جاچکے ہیں راوی یہ کہتا ہے کہ وہاں پر (الا ماشاء اللہ) "شام کے وقت والدین مسجد کا رخ کرتے ہیں بچے کسی قریبی شراب خانے یا ڈسکو ہال کی راہ لیتے ہیں۔ اور وہ کچھ کرتے ہیں جو ان کے والدین کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا "انا للہ وانا الیہ رجعون" اگر ہم نہیں چاہتے کہ ان مناظر کا اعادہ پاکستان میں ہو تو ہمیں تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے حوالے سے مثبت اور منفی دونوں طرح سے ضروری اقدامات کرنے ہوں گے۔

ان تاریکیوں میں روشنی کی ایک کرن بھی نظر آتی ہے۔ پہلے بھی ایسا ہوا ہے کہ

پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اب بھی خدا کے رحمت سے امید ہے کہ ایسا ہوگا اور بہت جلد ہوگا۔ ان شاء اللہ
ہم اپنے اس مضمون کے آخر میں پولینڈ کے ایک نومسلم ڈاکٹر عطاء اللہ بوگڈان کو

پانسکی کا ایک امید افزا اقتباس نقل کر رہے ہیں ان سے اسلام کے مستقبل کے متعلق سوال کیا گیا تھا ان کا جواب ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا

"سارے اسلامی ملکوں میں استعماری دور کی یادگاریں عام ہیں یعنی مغرب پرست، زبانی کلامی مسلمان جن کی برین واشنگ یا تو کیمونسٹوں نے کی ہے یا پھر وہ یورپی تہذیب کے اندھے مقلد ہیں اور وہاں سے آنے والی ہر آواز کو وحی والہام کی طرح قبول کرتے ہیں۔ مغربیت کے یہ بے مغز مقلد دراصل اپنے استعماری آقاؤں کی صدائے بازگشت اور اسلامی ملکوں میں لادین یورپی طاقتوں کے ایجنٹ ہیں۔ میں انہیں "مشرق کے بیمار لوگ" بلکہ اسلام کے سچے دشمن قرار دیتا ہوں۔ یہ نفس کے بندے اور پیٹ کے پجاری ہیں اور رسم نکاح اور چند تہواروں کے سوا اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلامی دنیا کی یہ تصویر بڑی ہولناک ہے..... مگر الحمد اللہ احیائے اسلام کی تحریکیں بھی جگہ جگہ سر اٹھا رہی ہیں اور ان کے خوف سے متذکرہ مغرب پرست بااقتدار طبقہ سہا سکڑا ہوا نظر آرہا ہے۔ اور دینی تحریکوں کو کچلنے کی سازشیں بھی کر رہا ہے لیکن مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آخر کار مغرب پرستوں کو شکست ہوگی اور مشرق کے وہ لاکھوں مسلمان جنہوں نے شعوری طور پر اسلامی تعلیمات کو قبول کر کے اپنی زندگیوں پر نافذ کیا ہے وہ "مغرب" کے تازہ دم پر جوش مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہان تازہ کی تخلیق کریں گے اور احیائے اسلام کا سورج لادینیت کے دبیز بادلوں کا پردہ چاک کر کے دنیا بھر کو منور کر دے گا اس سلسلے میں، میں پاکستان سے خاص قسم کی امید رکھتا ہوں مجھے یقین ہے کہ پاکستانیوں کی اسلام سے محبت اور وابستگی پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک نیا ولولہ عطا کرے گی اور وہ وقت دور نہیں جب مستقبل کی تاریخ "ریاست ہائے متحد الاسلام" سے روشناس ہوگی۔ نوع انسانی، انصاف، سچی آزادی، امن وسکون اور احترام و وقار سے بہرہ یاب ہوگی اور ظلم وطاغوت کے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تقویٰ، علم دعوت اور جہاد کا راستہ اپنایا جائے اور جہالت کے اندھیروں میں

بقیہ صفحہ ۶ پر

ارشاد باری تعالیٰ ہے

”ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غنى عن العالمين (القرآن)

اور اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو وہاں تک راہ پا سکیں اور جو کوئی کافر ہوا پس تحقیق اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے جہان والوں سے